ترکی میں حدیث کی جدید تعبیر و تدوین اور متجددانہ افکار

(مراجعت حدیث پراجیکٹ کے تناظر میں خصوصی مطالعہ)

*محمد فیروزالدین شاہ کھگہ

Abstract

This article discusses Hadith Project in Turkey which started by the 80 scholars belonging to 23 Turkish Universities under the directions of Professor Mehmet Gormez, who gave the idea of new explanations of Hadith literature. Gormez asserts that modern era demands Hadith applications in more suitable and pertinent manner. This notion of the modern Hadith studies in Turkey has been a diverse discussion since its very inception.

The objective of the project was to review the Hadith literature in such a style that could produce and secure only the indispensable part of Islamic teaching relevant to the present circumstances of the world. According to Gormez those Ahadith that are absolutely disaccorded with the present scenario, must be excluded from the codified Hadith literature.

We are observing the academic invasions on basic Islamic fundamental literature not for the first time in the history of Turkey rather it has a perpetual part of western and secular strategies against Turkey to eradicate its relation with Islamic traditions. Hadith occupies a place second only to the Qur'an. It is, therefore, this project must be under the consultancy of best Islamic scholars of the entire world. Towards the end of the 20th century the study of Hadith has made considerable progress and received increasing attention in both Muslim and Western worlds. But it is unfortunate that renowned Muslim scholars have seen fit to indulge in the discussions concerned with the issue

*لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

of textual criticism designed to discredit the existing records of the Hadith. It is a miserable situation that they have unintentionally, and in good faith, fallen victims to the views of orientalists whose intentions and motives are not altogether free from suspicion and skepticism.

اسلامی ملک ترکی کے سرکاری ادارہ برائے مذہبی امور (دیانت) نے حدیث وسنت کی جدید تعبیر وتشریح کے حوالے سے ایک منصوبہ شروع کیا، جس کے لیے ترکی کی ۲۳ یونیورسٹیوں کے تقریباً ۸۰ سکالر کی ایک جماعت تشکیل دی گئی جس کا ہدف یہ تھا کہ وہ ذخیرہ حدیث کی ازسرنو مراجعت کے بعد اس میں ضروری حذف واضافہ کو عمل میں لائے نیز وہ احادیث جو جدید دور میں زمانہ کے تقاضوں اور ضروریات سے متصادم ہیں، ان کی ایسی تعبیر کی جائے جس سے احادیث اور زمانہ حال کے درمیان ایک متناسب مطابقت کا احساس ہو۔ اُن کے خیال میں ایسی احادیث کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں، سوجلد از جلد ان کو جدید اسلوب (Modern Style) میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

اس منصوبہ کے سربراہ پروفیسر مہمت گورمیز (Mehmet Gormez) نے وضاحت کرتے ہوئے چند مثالیں بھی دی ہیں۔ مثلاً مہمت نے کہا کہ عورت کو محرم کے ساتھ سفر کرنے کی جو پابندی آنحضرت ﷺ نے لگائی تھی وہ اس دور کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشرتی سطح پر لگائی تھی تاکہ عورت کی حفاظت ممکن ہو، آج کے حالات اس دور سے مختلف ہیں، اسی طرح اب وہ علت بھی موجود نہیں جو اس عہد میں موجود تھی اس لئے یہ حدیث ذخیرہ حدیث میں سے حذف کردینی چاہئے یا پھر اسکی ایسی تعبیر کی جائے جس سے یہ قدغن ختم ہوجائے۔(۱)

اسی طرح پروفیسر مہمت گورمیز (Mehmet Gormez) نے ایک انٹرویو کے دوران اسلامی حدود اور سزاؤں کے بارے میں کہا کہ اس طرح کی کسی چیز کا قرآن میں ذکر نہیں ہے۔(۲)

اس کے علاوہ متعدد احادیث سے راہ فرار حاصل کرنے کیلئے فاسد تاویلات کا سہارا لیتے ہوئے یہ منصوبہ اپنے تکمیلی مراحل میں ہے، اس منصوبہ کے تین اہم مقاصد بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ یہ کہ تاریخی مداخلت کی وجہ سے پیدا شدہ غلط فہمیوں کو روکنا،

۲۔ حدیث میں معاشرتی، روایتی اور مذہبی عناصر کو واضح کرنا،

۳۔ لوگوں کو حدیث کے صحیح فہم میں مدد دینا۔(۳)

بظاہر بیان کردہ یہ مقاصد نسل نو کیلیئے انتہائے مثبت طرز فکر و عمل کی نشاندہی کر رہے ہیں لیکن پس منظر میں یہ حدیث اور نصوص اسلامیہ کی تغیر اور تبدیلی کا ایک منصوبہ محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر احادیث اور دیگر امور اسلامیہ میں اس نہج پر غور کیا جائے کہ ان کی تشریح سے عصر حاضر میں اباحیت پسندی کا دروازہ کھل جائے یا اسلامی حدود و قیود کا سارا نظام بدل جائے تو پھر اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے کوئی ایک جزء بھی قابل عمل نہیں رہے گا، آخر پھر آنحضرت ﷺ کے عطا کردہ احکامات و فرامین کی کیا تشریعی حیثیت باقی رہے گی۔ بالفرض ترکی کے صاحبان علم و دانش اس منصوبہ کے حوالے سے مخلص ہیں تو انہیں عالم اسلام کے فضلاء اور اس فن کے متخصصین کو بھی اس عمل میں شریک کرنا چاہیئے اور مجموعی مشاورت کے عمل سے گزر کر اس اہم منصوبہ کو سرانجام دینا چاہیئے۔

ترکی میں جاری اس مراجعت حدیث منصوبہ پر جزوی نقد و تبصرہ تو اس کے مکمل مندرجات سامنے آنے پر ہی کیا جا سکتا ہے، تاہم ترکی کے تاریخی اور سیاسی پس منظر میں مغربی تسلط اور اس کے مذہبی اثرات کا جائزہ مفید ثابت ہوگا۔

یہودیت اور عیسائیت کی مذہبی بے مائیگی:

مغربی فکر و فلسفہ کا مطالعہ کرنے والا ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ مذہب اور دیانت کے معاملہ میں عیسائیت اور یہودیت کس قدر تضادات کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت نے خاص طور پر گذشتہ پانچ صدیوں میں بے شمار فکری تبدیلیوں کا سامنا کیا ہے اور ان کا بہت زیادہ اثر بھی قبول کیا ہے، روایت پسند یا قدامت پسند عیسائی طبقہ اپنی سطح پر داخلی شکوک اور دیگر مادی مسائل میں گھرتا چلا گیا جبکہ جدت پسند عیسائی طبقہ اس حد تک آزاد منش (Liberal) ہوگیا کہ اُس نے مذہب کے مقاصد سے ہی انکار کر دیا، چنانچہ اس وقت دونوں مذاہب کے سارے طبقات اور اُن کے افراد گم گشتہ منزل ہیں۔ ان کو جدید زمانے کے سماجی مسائل کے حل کے لیے دو طرح کے طریقے سوجھتے ہیں۔

۱۔ موجودہ سماجی اداروں کے تشکیل نو اور سماجی اصلاح کا طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ لوگ آزادی محسوس کرتے ہوئے اپنے امور کی مذہبی رسوم اور پابندیوں کے بے غیر تکمیل کریں۔

۲۔ قدیم مذہبی تعلیمات کا بحیثیت قانون نفاذ کیا جائے اور افراد کو اس ناپاک دنیا سے وحی کی روشنی میں نجات اور فلاح دلائی جائے۔

مؤخرالذکر طریقہ قدامت پسند (Orthodox) عیسائیوں کا ہے جن کے پاس مذہبی تعلیمات تو ضرور ہیں لیکن بے شمار تحریفات سے پُر اس لئے مسائل کے حل کے لئے کوئی عملی منصوبہ بندی اُن کے پاس موجود نہیں ہے۔ جبکہ اول الذکر طریقے کے حامی جدت پسند (Modernist) ہیں، جن کا موقف ہے کہ سماجی، معاشی اور معاشرتی اداروں کی تشکیل کے لیے مذہب کی کوئی ضرورت نہیں یا مذہب کی جدید تعبیر ناگزیر ہے۔ مذہب کے بارے میں انکا یہ رویہ زندگی کے ہر شعبہ میں دکھائی دیتا ہے، مثلاً ''**ایڈون اے برٹ**'' کا اقتباس ملاحظہ کیا جائے جس میں وہ عائلی زندگی کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے جدیدیت پسندوں کا موقف نقل کرتے ہیں؛

"عصمت کے روایتی معیار کے مطابق ان مسائل کا کوئی آسان حل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ وہ **اساسین** اور **کیتھولک الٰہیین** کے ساتھ اس امر میں متفق ہیں کہ عائلی تعلقات اس طرح استوار ہونے چاہئیں کہ اس رشتے میں منسلک ہونے والوں کا روحانی ارتقاء ممکن ہو۔ اس تعلق کا مقصد محض انفرادی خوشی یا راحت حاصل کرنا نہیں ہونا چاہیئے، لیکن اس مقصد کے لیے ان کے خیال کے مطابق بائیبل کے پیش کردہ اصول یا روایتی طریقے کارآمد نہیں۔ حالات کی تبدیلیوں کے باعث شادی شدہ زندگی کے مواقع اور ذمہ داریاں پہلے سے بہت زیادہ مختلف ہیں، "عورتوں کی آزادی اور ''ضبط تولید'' کے قابل اعتماد طریقوں کی دریافت نے پرانے تصورات کو بالکل ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ (۴)

نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت کے یہ دونوں بڑے فرقے مذہب سے دور ہو گئے، کیتھولک اس وجہ سے کہ ان کے پاس واضح تعلیمات نہ تھیں گو دینی تمسک کے جذبات ضرور موجود تھے۔ ساتھ ہی اصول اجتہاد نہ ہونیکی وجہ سے وہ مذہبی جمود کا شکار ہو بیٹھے اور زمانے کی ترقیات کو دیکھتے ہوئے اپنے مذہب کی بے بسی کا مشاہدہ کرنے لگے، جبکہ پروٹسٹنٹ یا جدیدیت پسند طبقہ جو نئی تعبیرات اور عقلی تاویلات کے باعث پہلے ہی مذہب سے بے زار اور اُس کو ناکافی قرار دے چکا تھا، مزید نئی روایات میں الجھتا چلا گیا اور بالآخر اپنا دامن مذہب سے کلی طور پر منقطع کر بیٹھا، یوں مغرب سرتاپا مادی وسائل اور اُن کی ترقی میں مشغول ہو گیا اور رفتہ رفتہ پوری دنیا میں مادی طاقت اور غلبے کا نشان بن گیا۔

مادیت کا میلان ہمیشہ آزاد خیالی اور بے راہ روی کا طرف ہوتا ہے جبکہ مذہب کا میلان روح اور اسکی نشوونما کے ساتھ ساتھ جسم سے اسکے پاکیزہ تعلق کی طرف ہوتا ہے، یہیں سے مغربیت (مادیت) کی اسلامیت (روحانیت) سے کشمکش شروع ہوتی ہے، چونکہ اسلامی روایات وافکار اپنے مضبوط مصادر واساسیات کی بدولت مغربی اثرات کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، اس لئے تمام مغربی مشنری مذہبِ اسلام کی اساسیات میں شکوک

اور ضعف پیدا کرنے میں کوشاں ہیں۔

مغرب کا ترک مخالف فکری محاذ اور اسکی مختلف جہات:

مغرب کا اسلام مخالف یہ رویہ جنگ وجدال اور مسلسل جارحیت کو اپنانے کے باوجود اسلامی تشخص اور اسکے مستحکم وجود اور ڈھانچہ کو گزند پہونچانے میں ناکام رہا، اس ناکامی کے بعد اہل مغرب کے مفکرین نے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف فکری محاذ کھولا، اس ضمن میں انہوں نے مشرقی علوم کے ذخیرہ اور ورثہ کو جس حد تک ممکن ہوا اپنے قبضہ میں لیا، مشرقی زبانوں پر دسترس حاصل کر کے اسلامی افکار کو داغدار بنا کر پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

مستشرقین اسلامی ممالک میں مسلم اقوام کے مزاج اور رویوں سے شناسائی کے لیے پے بہ پے آنا شروع ہوئے اور اپنی پالیسی سازی میں اُن معلوم حقائق کو مدنظر رکھا جو وہاں کے گہرے مطالعے اور غور وخوض کے بعد اُن کو میسر آئے، استعماریت کے راستے اسی طرح کھلے، ترکی اپنی سطوت وشوکت کے باعث ہمیشہ ہی اہل مغرب کو کھٹکتا تھا۔ ان کی نظر میں مسلمانوں کے تہذیب وتمدن کو اور اسلامی دنیا کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کیلئے ترکی کو آلۂ کار بنانا سب سے موزوں تھا، ترکوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اسلام کو بحیثیت مذہب اختیار کر لینے کے بعد ایسے اقدامات اٹھائے جسکی وجہ سے اسلامی اخلاق وآداب ان کے ضمیر اور خمیر میں رچ بس چکے تھے، حتی کہ انہوں نے اپنے مخصوص قدیم رسم الخط کو بھی تبدیل کر کے عربی رسم الخط اپنا لیا اور پاسبان کعبہ کے لقب سے ملقب ہوئی۔

ڈاکٹر اکمل ایوبی اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں:

”جب خود ان کی (ترکوں) حکومتیں ایشیا اور یورپ میں قائم ہوئیں تو یہ قوم اسلامی شوکت وطاقت کی علمبردار بن گئی، اور ان علاقوں میں اسلامی تمدن کے بیج ہی نہیں بوئے بلکہ ان علاقوں کو پوری طرح اسلامی رنگ میں رنگ دیا، جہاں مسلمان ہزار کوششوں کے باوجود اپنے قدم نہیں جما پائے تھے اس وقت ترک نام ہی ہیبت پیدا کر دینے کے لیے کافی تھا اور انہیں شکست دینا یا ان کی قوت کو تباہ کرنا ایک ناممکن امر سمجھا جاتا تھا، اسی ہیبت کی وجہ سے فتح قسطنطنیہ کے تقریباً دو سو سال کے بعد بھی ایک فرانسیسی مصنف (Guillet) نے ۱۶۸۱ء میں اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ ہر عیسائی کو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ خدا پھر کوئی سلطان محمد ثانی پیدا نہ کرے۔“ (۵)

فتح قسطنطنیہ (۱۴۵۳ء) کے بعد یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ عیسائیت نے مسلمانوں سے جارحانہ مزاحمت کا رویہ ترک کیا اور جنگ سے زیادہ فکری اور تخریبی سرگرمیوں کی طرف اپنا رخ موڑ لیا۔ (٦)

تاریخ ترکی رقم کرنے میں اختیار کردہ استشراقی طرز تحقیق:

مستشرقین نے ترکی کی اس اہمیت کے باعث اس کی تاریخ اور روایات کو مسخ اور محرف صورت میں پیش کرنے کی بھی کوشش کی جس سے مقصود یہ تھا کہ ترک قوم اپنے مذہبی تشخص کو پس پشت رکھ کر نسلی تفاخر کو اپنی شان وشوکت کا سبب قرار دے۔

اس کے علاوہ قرآن وحدیث کی جدید تعبیر وتشریح اور ان مصادر کے نقائص بیان کرنے کا سلسلہ شروع کیا ، بہت ساری کتابیں لکھی گئیں جن میں سے اکثر غیر معیاری اور غیر منطقی طرز استدلال سے بھرپور ہیں۔ مثال کے طور پر ایک اہم بات جو مستشرقین تاریخ نگاروں اور نقاد کے ہاں دیکھی گئی وہ یہ تھی کہ جس ماحول اور زمانہ میں وہ اپنی تحریرات صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہوتے ہیں اسی ماحول کو معیار بنا کر اسلامی مصادر کو پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس منہج کو اختیار کر لینے سے اسلام اور زمانہ حال کے درمیان اختلافات اور تضادات کی فہرست تیار کرنا نسبتاً آسان ہوجاتا ہے، یہی وہ اسلوب ہے جو اہل استشراق کے معروضی تعصب کو بھی واضح کرتا ہے اور تحریفی نظریات کو مسلم ممالک کے سطحی فکر ونظر رکھنے والے نام نہاد سکالرز تک پہنچانے میں قابل قبول شکل اور ڈھانچہ بھی فراہم کرتا ہے۔

سابقہ تفصیلات کے تناظر میں واضح ہوتا ہے کہ ترکی کے سیاسی، سماجی اور مذہبی نظام کو متاثر کرنے میں تین عناصر کا کردار اہم رہا:

۱۔ مغربی سکالرز کی رقم کردہ تاریخ ترکی

۲۔ اسلامی مصادر سے مسلمانوں کا رابطہ منقطع کرنے کی مغربی کوششیں

۳۔ مغرب کے پروردہ علماء وحکمرانوں کے ذریعے مغربی تہذیب کا مسلم ممالک میں تسلط

ڈاکٹر اکمل ایوبی نے اپنے مقالہ میں مغربی مؤرخین کی طرف سے ترکی کی تاریخ کو حقیقت کے بالکل برعکس پیش کرنے کے مختلف شواہد پیش کئے ہیں، وہ ایک جگہ رقم طراز ہیں:

" مستشرقین نے اسلامی اتحاد کو ضرب لگانے کی غرض سے ترکوں کو اس اصل قومیت کا احساس دلایا۔ جس کا دارو مدار نسل اور مادری زبان پر ہے۔ اسکی تکمیل کی غرض سے ایک فرانسیسی مستشرق (Joseph De Guigiyes) نے آٹھویں صدی کے وسط میں ایک ذہنی خاکہ بنایا اور عملی شکل دینے کے لیے ترکوں کی قدیم تاریخ لکھی، اور انکے ان کارناموں کو شاندار الفاظ میں پیش کیا جو ترکوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے سرانجام دیئے

تھے۔اس نے قدیم غیر اسلامی ترکی تہذیب کے احیاء کی دعوت اس لئے دی تا کہ ترکوں کے اسلامی معاشرہ میں انتشار پیدا ہو اور ان کو یہ بتانا مقصود تھا کہ وہ صرف مسلمان نہیں بلکہ ترک بھی ہیں، یا یوں کہے کہ وہ ترک پہلے ہیں اور مسلمان بعد میں۔اسی مقصد کے حصول کے لیے **جوسف وان ہمر ، ویمبری، راڈلوف اور جاہون** نے اپنی تصانیف کے ذریعہ کوشش کی، **هوورتـه، سرجیمس ولیم ریڈ ہاؤس اورالیاس جون و لکنس گب** کی تصانیف بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں... مستشرقین نے یہ کوشش کی کہ ترک اپنی قدیم تاریخ اور اسلام سے پہلے کی داستان سن کر خوش ہوں...تا کہ رفتہ رفتہ مذہبی احساس اور اسلامی اخوت کے بدلے ان میں نسلی تاثرات فروغ پا جائیں۔"(۷)

ترکی تاریخ رقم کرنے میں اہل مغرب نے جس بددیانتی اور غیر منصفانہ اسلوب کا مظاہرہ کیا ہے اسکا انتہائی جامع تذکرہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے مقالہ ''مستشرقین اور تاریخ ترکی'' میں کیا ہے۔ان کے بقول یورپی ممالک کو ترکوں سے سخت عداوت تھی چنانچہ مغربی اہل قلم نے ترکوں کی تاریخ لکھتے وقت تعصب سے کام لیا ہے۔اور ترکوں کے مذہب یعنی اسلام پر طعنہ زنی اور دیوانہ وار اعتراضات کئے ہیں مثلاً **ایورسلی** نے اپنی کتاب "The Turkish Empir" میں عثمانی سلطان بایزید یلدرم (۱۳۸۹ء۔۱۴۰۲ء) کے حالات زندگی (ص ۴۸) لکھتے وقت ایک ترکی کہاوت یا مقولہ کو قرآن کی آیت قرار دے کر اسلام دشمن ہونے کا ثبوت پیش کیا، اسی طرح **ایورسلی** ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ مغربی ایشیا کے عیسائی، ترکوں سے ڈر کر اسلام لائے تھے، اور انکے اور ترکوں کے درمیان شادی بیاہ کے تعلقات قائم ہو گئے اور دونوں کے میل سے ایک نئی نسل تیار ہونے لگی جو دوسری ریاستوں کے باشندوں سے بہت کچھ مختلف تھی اور اپنے کو "عثمانی" کہتی تھی۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو عثمانی سلطنت کا باشندہ تھا عثمانی کہلاتا تھا، اس میں نسل، مذہب اور زبان کی تفریق نہیں تھی، اسی طرح **سر جارج لارپنٹ** نے اپنی کتاب "Turkey" میں اسلام سے متعلق یہ بیان دیا کہ وہ علم کی روشنی پھیلانے کا مخالف تھا، اور عثمانی ترکوں کی نسبت یہ کہا ہے کہ یہ قوم منظم جہالت کی دلدادہ تھی۔(۸) واضح رہے کہ ترکوں کی تاریخ لکھنے میں استشراقی تعصب اور تنگ نظری کا اعتراف اب چند یورپین سکالر بھی کرنے لگے ہیں، جن میں برنارڈ لوئس سر فہرست ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

''یورپی تاریخ کی زیادہ تر کتابیں ان ممالک میں عثمانی حکومت اور اسکے اثرات کو مسخ کر کے پیش کرتی ہیں۔یہ کتابیں خالصتاً مغربی شواہد پر مبنی ہیں جو زیادہ تر ناقص، گھڑی ہوئی اور غیر معتبر ہیں، ان کتابوں میں تاریخ

یورپ کے ترکوں کے رول کی افسوسناک حدتک گمراہ کن تعبیر ملتی ہے۔''(۹)

متاثرینِ یورپ کا ملحدانہ افکار کی اشاعت میں کردار:

اہل مغرب کی ان کوششوں کے نتیجہ میں ترکی کے اندر ایک ایسا طبقہ وجود میں آیا جو استشر اقی تحریروں سے انتہائی متاثر ہوا، اس طبقہ نے ترکی کی داخلی صورتحال کو مغربی فکر کے زیر اثر لانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا، اس کردار کے کئی مراحل اور شعبے تھے، سیاست اور شریعت سے لیکر سماج تک اس کے اثرات مرتب ہوئے، اس طبقہ کے زعماء میں احمد جودت پاشا، مصطفیٰ جلال پاشا، احمد مدحت، علی توفیق اور نجیب عاصم شامل ہوئے اور تمام مراحل میں ترک مخالف قوتوں کا ساتھ دیا۔۱۸۳۹ء سے ۱۸۷۶ء تک کا زمانہ ترکوں میں مغربیت کی جڑیں پکڑنے کا زمانہ ہے اسی دوران چند نوجوان عثمانیوں نے "تنظیمات" کی پالیسوں کو سطحی قرار دینے اور حکومت پر تنقید کا سلسلہ شروع کیا اور اسطرح اسلام، آئین اور قومیت کے مابین کشاکش نے جنم لیا۔(۱۰)

انہوں نے ہی سب سے پہلے آزادی نسواں کا نعرہ بلند کیا اور Arrange Merriages پر تنقید کی۔نامک کمال نے شادی اور عائلی زندگی کے غیر مصنفانہ پہلوؤں خصوصاً عورت کی سماج میں مجموعی حیثیت کو ناقدانہ انداز میں پیش کرنے کیلئے ایک اخبار "عبرت" جاری کیا تاکہ عورتوں کے حوالے سے جدید اصلاحات کیلئے راہ ہموار کی جائے، S.Mardin نے ضیا پاشا، علی صوآوی، اور سناسی وغیرہ کے ناولوں اور کتابوں کا بھی انہی جدت پسند افکار کی اشاعت کے ضمن میں تذکرہ کیا ہے۔(۱۱)

آزاد خیالی اور جدیدیت پسند طبقوں کی یہ آراء زور پکڑتی گئیں اور مغربی سامراج نے ترکی میں قدم جمائے، شریعتِ اسلامیہ کی جامعیت عمومیت اور ہمہ گیریت میں رخنہ اندازی کیلئے انہوں نے دین اور دنیا کی تفریق کا نظریہ پھیلایا، ترکوں کو ان کے سیاسی اور مذہبی معاملات میں علیحدگی کا تصور دیا، خصوصاً نوجوان نسل کو متاثر کرنے کیلئے پرسنل لاء میں باریک تبدیلیوں کیلئے راستہ ہموار کیا، اگرچہ اسلام کی زبردست مزاحمت کی وجہ سے اس وقت قانوناً اور عملاً تو ایسا نہ ہوا تاہم ترکی میں علماء کرام کی ایک جماعت نے جس میں غالباً علامہ شامیؒ بھی شامل تھے، جب "مجلة الا حكام العدلية " کی ۱۲۸۶ء میں اشاعت کی تو اس میں بھی عائلی قوانین کا باب شامل نہیں کیا گیا اور اسکے متعدد مباحث بھی محدود کر کے شامل اشاعت ہوئے۔(۱۲)

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی دنیا میں خلافت عثمانی کا خاتمہ وزوال ایک بہت بڑا المیہ تھا، اس عظیم سلطنت

کے زوال کے پس پردہ سب سے اہم سبب یہ تھا کہ وہاں مغرب اور مغربی تہذیب سے متاثر ایک طبقہ وجود میں آچکا تھا اور بدقسمتی سے کچھ ایسے حکمران برسر اقتدار آگئے جنہوں نے نظریاتی اور تہذیبی لحاظ سے ترک قوم کو بہت حد تک مغرب کا مقلد بنانے میں اپنی کوششیں صرف کردیں، مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) اس صف میں انتہائی اہم نام ہے۔

اتاترک کے خلافِ اسلام اقدامات اور جسارتیں:

مصطفیٰ کمال نے جس معاشرہ کی تشکیل کی وہ غیر اسلامی تہذیب ومعاشرت کا آئینہ دار تھا وہ خود چونکہ مغربی تہذیب سے مرعوب تھا اس لئے زبردستی اسکے نفاذ کے لئے اسلامی اقدار کے خلاف کھلی مہم چلا کر غیر مسلم اقوام کی تقلید کا رجحان پیدا کرتا رہا، جسکی وجہ سے ترکوں کا اسلامی تشخص بری طرح مجروح ہوا۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" میں مصطفیٰ کمال اتاترک کے مزاج اور عادات کا تذکرہ مستند سوانح نگاروں کے حوالے سے کیا ہے، وہ تحریر کرتے ہیں:

''اتاترک شراب نوش اور جنسی تسکین حاصل کرنے کا شائق تھا، روحانی تسکین کے لیے اسکے اندر خدا کا اعتقاد نہ تھا، وہ دوسروں کے جذبات کو تسلیم نہیں کرتا تھا، اس نے مذہبی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کی پرزور حمایت کی، اس نے شریعت اور اسلامی قانون کی تشریح کرنے والی عدالتوں کے خاتمے کی وکالت کی، اسکی اصل جنگ مذہب کے خلاف تھی، اس نے اس بات کو نظر انداز کردیا تھا کہ اسلام ہی کی عطا کی ہوئی وحدت نے وسیع عثمانی سلطنت کی تعمیر کی تھی۔ اسکا عقیدہ تھا کہ خدا کا کہیں وجود نہیں اس نے ترک قوم کو مذہب کی جگہ مغربی تہذیب کی روپ میں نئے دیوتا سے متعارف کرایا، وہ اسلام اور علماء کی توہین کرتا تھا، وہ اپنی قوم سے کہتا تھا کہ ہم کو ایک مہذب قوم کا سا لباس پہننا چاہیئے۔ دوسری قوم کے لوگوں کو اپنے پرانے فیشن کے لباس پر ہنسنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے، اس نے ترکی ٹوپی کو خلاف قانون قرار دیا اور ہیٹ کو لازم۔ ۱۹۲۷ء میں مکہ مکرمہ میں مؤتمر اسلامی کے اجلاس میں اسلامی ممالک میں ترکی وہ واحد ملک تھا جس نے ہیٹ پہن کر ترکی کی نمائندگی کی، ملک کو سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل کردیا جس میں اسلام کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل نہیں رہی... خلافت کے ادارے کو ختم کردیا گیا، شرعی اداروں، محکموں اور اسلامی قانون شریعت کو ملک سے بے دخل کرکے سوئٹزرلینڈ کا قانونِ دیوانی، اٹلی کا قانون فوجداری اور جرمنی کا قانون بین الاقوامی تجارت نافذ کیا گیا''۔

اور پرسنل لاء کو یورپ کے قانون دیوانی کے مطابق وماتحت کردیا، دینی تعلیم ممنوع قرار پائی، پردہ

کوخلاف قانون قرار دیا،مخلوط تعلیم کا نفاذ کیا گیا،عربی حروف کی جگہ لاطینی حروف جاری ہوئے،عربی میں اذان ممنوع قرار پائی،قوم کا لباس تبدیل ہوگیا"۔(۱۳) یہی وجہ ہے کہ مغربی تاریخ نویس اور ناقدین ترکی کی تاریخ پر جب بھی قلم آرائی کرتے ہیں تو عموماً مصطفیٰ کمال اتاترک کے عہد کو ترکی کی تاریخ کا زریں دور قرار دیتے ہیں وہ بسا اوقات یہ تاثر بھی پیش کرتے ہیں کہ ترک تاریخ میں اصلاحات کا جو عمل مصطفیٰ کمال کے دور سے شروع ہوا وہ اسکے ذاتی ذوق اور فکر کا ترجمان ہے جس میں کسی بیرونی کوشش کا عمل دخل نہیں ہے۔اہل مغرب اسی وجہ سے ترکوں کی تاریخ کا حوصلہ افزا یا خوش کن مرحلہ کمال ازم کو ہی قرار دیتے ہیں۔لیکن یہ تاثر تاریخی حقائق کے بالکل منافی ہے۔اور یہ تاثر دراصل اس لئے پھیلا کیونکہ یورپین مؤرخین نے مصطفیٰ کمال کو مسلمانوں کے لیے قبول صورت بنایا ہوا تھا تا کہ اسکو اہل اسلام کی شدید مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

امور مذہبی پر "کمال ازم" کے اثرات:

کمال اور اس کے اتحادیوں نے انقرہ کے سلطان کا تختہ ۱۹۲۲ء میں گرا دیا اور اسکے ایک دو سال کے اندر اندر استنبول مرکز انتظام و انصرام ٹھہرا، ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت کے خاتمہ کے ساتھ ہی خاندان عثمان کے تمام افراد جلاوطن کردئے گئے،علماء کے حلقے توڑ دئے گئے،۳ نومبر کو لاطینی رسم الخط کے نفاذ کا حکم دیا گیا،چالیس سال سے کم عمر کے ترکوں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس رسم الخط کے سیکھنے کیلئے سکولوں میں جایا کریں،اسطرح عربی اور فارسی کے الفاظ تدریجاً ترکی زبان سے نکال دئے گئے۔(۱۴) مصطفیٰ کمال نے اپنے مغربی اتحادیوں کے زیر اثر سب سے پہلی اصلاح تعلیم کے میدان میں ''دینی مدارس کے نظام کے خاتمہ'' سے کی۔مذہبی معاملات اور محکمہ اوقاف کی انتظامیہ کو فی الفور وزیر اعظم کے ڈائریکٹریٹ سے منسلک کردیا تا کہ ان کی خودمختاری ختم ہو جائے اور تمام مذہبی فیصلے وزیر اعظم کی طرف سے ہوں۔چنانچہ اس حوالے سے سب سے پہلا حکم ۱۳ اپریل ۱۹۲۴ء کو شرعی عدالتوں کے خاتمہ کی صورت میں آیا۔تمام سلسلہ ہائے تصوف و طریقت پر ۱۹۲۵ء میں پابندی لگا دی گئی اور آخر کار ۱۹۲۸ء میں اسلام بحیثیت مذہب قبول کرنے کی آئینی شق کو ریاست میں منسوخ قرار دے دیا گیا۔(۱۵)

مصطفیٰ کمال نے عورتوں کے پردہ پر براہ راست قانونی پابندی لگانے کی بجائے خود سخت ترین پروپگنڈا کیا اور عورتوں پر زور دیا کہ وہ ماڈرن سٹائل اور لباس اختیار کریں۔اگرچہ عورتوں کیلئے برقعہ پہننا اختیاری رکھا گیا،لیکن رجحان یہی تھا کہ اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔(۱۶) اس ضمن میں بی۔کاپورل (B.Caporal) نے یہ ذکر

کیا ہے کہ پردہ کو نہ چھوڑنے والوں کا محاسبہ اور مختصر عرصہ کی قید بطور سزا بھی رکھ دی گئی۔(۱۷)

غرض مصطفیٰ کمال نے اپنی مغرب زدگی کی رو میں ''مداخلت فی الدین'' کے لیے بھی بہت بے جا اور جسارت آمیز اقدام کئے، ۱۹۱۷ء میں عثمانی عائلی قانون ظاہر ہوا اور ۱۹۲۱ء میں آئینی اصلاحات کے نام سے اسلامی قانون کی کتر بیونت شروع ہوگئی۔ نئے قانون کی رو سے ترکی میں عیسائی اور یہودی تو اپنے مذہبی امور میں بالکل آزاد قرار پائے جب کہ مسلمانوں کا مذہب حکومت کا دست نگر رہا۔(۱۸)

ترکی میں تجدید واصلاحِ دین کے عنوان سے جاری حالیہ کوششوں کا ناقدانہ تجزیہ:

اسلامی ممالک میں عمومی اور ترکی میں خصوصی طور پر جدیدیت کی یہ مہم ابھی تک جاری ہے، ۱۹۹۶ء میں "انسانی کالونیوں" کے موضوع پر ترکی میں اقوام متحدہ کے اسٹیج پر ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سیاسی اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں مرد وعورت کے درمیان مساوات اور خواتین کی فعال شرکت پر زور دیا گیا، تاکہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی انسانی کالونیوں کی ترقی کی راہ میں مرد وعورت دونوں شانہ بشانہ مل کر کام کریں۔(۱۹)

اسی طرح کچھ عرصہ سے ترکی کی مجلس امور دینی (دیانت) جدید اسلام سے شناسائی کے لیے راہیں ہموار کرنے میں مصروفِ عمل ہے خاص طور پر ان کے نزدیک عورت کو امور حیات طے کرنے میں جن دشواریوں یا عصری تقاضوں کی بنیاد پر پیچیدگیوں کا سامنا ہے ان کے حل کے لیے احادیث کی نئے سرے سے تعبیر کرنا نیز احادیث کے وہ الفاظ جو عورت کی حیثیت اور مرتبہ کو مرد کے مقابلہ میں کم تر کرتے ہیں، ان کو احادیث کے پورے ذخیرہ میں سے حذف کرنا بھی ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔(۲۰)

احادیث کی تدوین وتعبیر نو کا یہ منصوبہ دراصل عیسائی مصنفین اور ان کے مسلمان حواریوں کی عرصہ دراز سے جاری کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔اس ضمن میں ہم تین کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو ترکی میں دین کی نئی شکل سے آشنائی کی ضرورت اور ذخیرہ حدیث کی دوبارہ چھان بین کی دعوت سے پرُ ہیں۔صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کیونکہ یہ تو ان کے مندرجات کا ایک چھوٹا سا جزء ہے۔ان کتب میں ترکی کو سیکولر ریاست میں تبدیل کرنے کا ہمہ جہتی منصوبہ بھی پیش کیا گیا ہے اور بدقسمتی سے عیسائی لابی کی اس تحریک کے اثرات ترکی کی مجلس امور مذہبی (دیانت) پر بھی پڑے ہیں اور اس وقت دو درجن سے زائد اسکالرز کے ذریعے تجدید واصلاح دین کے نام پر مصادر اسلامی کی عصری ارتقاءات کی روشنی میں تشریح اور حذف واضافہ کا کام زور وشور سے جاری ہے جس کی تکمیل چند ماہ میں متوقع ہے

،لہذا ترکی میں جاری حدیث منصوبہ کے درست جائزہ کے لئے ضروری ہے کہ پس منظر میں ان کتب کا مختصر جائزہ تحریر کردیا جائے،ان کتب کے نام حسب ذیل ہیں:

۱) **القانون کوسیلة لاصلاح الدین و المجتمع**
(قانون دین ومعاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ)

۲) **تنقیح تفسیر القرآن فی المفھوم المعاصر لعلوم الدین فی الجامعة الترکیة**
(ترکی کی جامعات میں دینی علوم کی معاصرانہ تفہیم کیلئے قرآنی تفسیر کی تنقیح)

۳) **الحداثة و الاسلام و العلمانیة فی ترکیا**
(ترکی میں جدیدیت،اسلام اور سیکولرازم)(۲۱)

دینی امور میں اصلاح کے نام پر ترکی میں جو کشمکش جاری ہے اس کو ہوا دینے میں ان کتب کا بڑا کردار ہے ظاہر ہے کہ اس طرح کی کوششیں پرکشش اسلوب، غیر جانبدارانہ تحقیقی رویوں اور مخلص جذبات واحساسات کے دعوؤں کے ساتھ کی جاتی ہیں۔یہی کچھ معاملہ ان کتب کا بھی ہے۔عنوان کے اعتبار سے احساس ہوتا ہے کہ درست سمت پر اجتہاد کرنے اور عصری تقاضوں کے لحاظ سے جدید پیش آمدہ مسائل کا شرعی اصولوں کی روشنی میں حل تلاش کرنے کی اہمیت وضرورت پر زور دیا گیا ہے۔لیکن مقاصد اسلامی مصادر کے متون کی ایسی صورت پیش کرنا ہے جن کے لیے ان متون کی تنزیل نہیں ہوئی تھی۔مثال کے طور پر" **تنقیح تفسیر القرآن فی المفھوم المعاصر**" کے مصنف **فیلکس کارنر** جو خود ایک عیسائی پادری ہے اور گذشتہ کئی برسوں سے انقرہ میں مقیم ہے نے اپنی کوششوں سے ترکی کے بلند مرتبہ فقہاء کے مابین ایک مناقشہ کی فضاء پیدا کردی ہے۔**کارنر** کی ان سرگرمیوں کا محور یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر اور دیگر تشریعی مصادر کی توضیح جدید مغربی تنقیدی اسلوب کے تحت ہونی چاہیے۔

اس ضمن میں کارنر نے اپنے ہم نواؤں کی ایک جماعت بھی تیار کرلی ہے جو جدید اسلام کے لیے اس کے شانہ بشانہ کام کررہے ہیں۔انہی میں سے پروفیسر محمد باجاجی بھی ہیں،جن کا نظریہ ہے کہ قرآن اپنی عمومیت کی وجہ سے ہر زمانہ کے لیے ایک لچک دار ضابطہ حیات ہے،لیکن اس کا اسلوب ساتویں صدی عیسوی والا ہونے کی بناء پر اب اس کے مفاہیم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے،گویا قرآن اس دور کے لیے تو مناسب تھا لیکن اب کسی اکیسویں صدی کے مناسبِ حال قرآن کی طرف مراجعت لازمی ہے،اس کے نزدیک قرآن حقائق کا مجموعہ ہے تو محقق کو بھی چاہیے کہ وہ اس کے واقعی معنی پر دھیان دے،مثلاً چوری پر ہاتھ کاٹنے کی حد سے مراد دراصل ہاتھ کا کاٹنا نہیں بلکہ

چوری کی سزا بیان کرنا ہے (۲۲)

واضح رہے کہ باجاجی نے اپنی تعلیم مغرب میں مکمل کی ہے اور وہ اپنے رفقاء کی طرح جدید اسلوب تحقیق پر اعتماد کرتا ہے مثلا یہ جدید اسلوب سکھاتا ہے کہ جس طرح انجیل کا تاریخ بہ تاریخ ناقدانہ مطالعہ ہوتا چلا آیا ہے، قرآن کا بھی اسی طرح مطالعہ کیا جانا چاہیے (۲۳)

قارئین کرام اس مغربی سوچ اور فکر کا محاسبہ کرنے کے یقیناً اہل ہیں کہ کس طرح جدید مغربی اسالیب تحقیق پہلے سے طے شدہ منصوبہ کی تکمیل پر کاربند ہیں، ان کا منتہائے فکر یہی ہے کہ کسی طرح قرآن کو متن کے اعتبار سے نہ سہی کم از کم معنی کے اعتبار سے ہی انجیل کے ہم پلہ قرار دے دیا جائے۔

فیلکس کارنر کی کتاب کا ذیلی عنوان "**اعادة التامل فی الاسلام**" یعنی اسلام میں نئے سرے سے غور وفکر ہے ہمارے خیال میں یہ ذیلی عنوان بجا طور پر اس کے مرکزی عنوان کا لب لباب اور خلاصہ ہے (۲۴)

تقریبا اسی طرح کے مقاصد کا اظہار دوسری کتاب "**القانون کوسیلة لاصلاح الدین والمجتمع**"، میں ہوتا ہے جس کے مصنف "**بالنت اوجر**"، ہیں، انہوں نے ترکی میں داخلی سطح پر اسلامی مصادر کی جدید تفسیرات کی طرف رغبت دلانے کے لیے کافی مباحثہ جات منعقد کروائے جن کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ چاروں فقہی مذاہب جنکی مسلمانوں کا غالب اہل سنت طبقہ پیروی کرتا ہے، وہ دراصل نبی ﷺ کی وفات کے بعد عصری حالات وظروف کی بنیاد پر ہی وجود میں آئے، پھر بدقسمتی سے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ "**بالنت**" کے مطابق اس کو دوبارہ کھولنا چاہیے، اس نے ترکی کے فقہاء سے اس بابِ مقفل کے کھولنے کے لیے شدت سے تقاضا کیا، اپنی کتاب میں بیسویں صدی عیسوی کے غیر معروف ترک مسلم مفکرین اور مصلحین کی ایک فہرست ان کے کارناموں کے ساتھ شامل کی ہے۔ اس نے اسلام کے متعدد پہلوؤں اور ثقافتی حدود کی نشاندہی کرتے ہوئے **فیلکس کارنر** کی طرح تجدید واصلاح اسلام کے عنوان سے اس میں نئے تناظر سے غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے یہ کتاب بھی **کارنر** ہی کے خیالات کی تکمیل کی جانب ایک اہم پیش رفت کے طور پر سامنے آئی۔ (۲۵)

تیسری کتاب "**الحداثة والاسلام و العلمانية الیف جینار**" کی تالیف ہے موصوفہ انقرہ میں سیاسی علوم کی استاذ ہیں۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ترکی میں اسلام اور سیکولرازم کے مابین موافقت ممکن ہے، **الیف** نے ترک قوم کے نئے نظریاتی (Ideological) تشخص کے لیے انہی دونوں ارکان کو بنیاد قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ (۲۶)

اس پورے تاریخی پس منظر کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ قرآن اور حدیث کے متون اور اسلامی مصادر کی تعبیر وتشریح میں ان تحریفی کاوشوں کے محرکات کیا ہیں؟اور وہ کون سے عناصر ہیں جو اس ناپاک جسارت کے مرتکب ہورہے ہیں اوران کے مقاصد کیا ہیں؟

ظاہر ہے کہ تمام مسلمان علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن اور حدیث کی نصوص میں کسی ذیلی ماخذ سے یا محض اس خیال سے کہ قرآن وحدیث کی کوئی بات بزعم خود قرین قیاس یا موافق حالات زمانہ نہیں ہے، تبدیلی نہیں ہو سکتی، چنانچہ امام غزالی نے اجماع، قیاس، اجتہاد سے نص میں تبدیلی کے عدم جواز پر بحث کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔"**هذا ماقطع به الجمهور**"یعنی یہ وہ موقف ہے جسکی قطعیت پر جمہور کا اتفاق ہے(۲۷)

باقی رہیں فقہی اصطلاحات استحسان، استصلاح اور عرف وغیرہ تو ان کے باقاعدہ اصول موجود ہیں، جن کو علماء اصولیین نے منضبط کررکھا ہے، محض آزاد خیالی کو فروغ دینے کے لیے ان اصطلاحات کو کام میں لانا اسلام اور شریعت کے ساتھ بہت بڑا استہزاء اور حدود سے تجاوز ہے۔اس تناظر میں انکار حدیث کے جدید محرکات وعوامل کا تذکرہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے بڑے جاندار انداز سے اسطرح بیان کیا ہے۔

"مغربی تہذیب کی قدروں اور پیمانوں، اوراس کے طرز زندگی اور فیشن اور سنت نبویﷺ میں کبھی گٹھ جوڑ نہیں ہوسکتا اوراس زندگی کو جو رسولﷺ سے گہری محبت اور آپکی ذات پر مکمل اعتماد اور سنت کے مراجع اور ماخذ پر پورے یقین اوراطمینان پر مبنی ہو، مغربی تہذیب کی تعظیم وتقدیس اوراسکو علم انسانی کی آخری دریافت سمجھنے کے تصور کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا، غالباً بعض اسلامی ممالک کے حکام اور سیاسی لیڈران کے سنت پر حملہ اور انکار حدیث کا یہی سبب ہے۔"(۲۸)

ترکی میں جاری مراجعت حدیث پروجیکٹ کے بارے میں علماء اسلام کا موقف:

ترکی میں حدیث کی تدوین وتعبیر نو کے بارے میں جاری منصوبہ کے مشمولات اور خدوخال مکمل طور پر تاحال سامنے نہیں آئے، تاہم موجود تفصیلات کے تناظر میں اس وقت تک جو موقف علماء اسلام کی طرف سے منظر عام پر آیا ہے، اس میں حدیث کی حرمت وتقدیس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی تشریحی حدود وقیود کی اہمیت وضرورت کو ملحوظ رکھنے پر زور دیا گیا ہے، اسی طرح اس منصوبہ کے نتیجہ میں جو اندیشے اور خدشات پیدا ہوئے ہیں ان کے ازالہ کے لئے تمام علماء نے تقریبا یہ رائے پیش کی ہے کہ اس کام کو کسی ایک ملک یا انفرادی سطح پر ہونے کی بجائے امت کے بہترین علماء کو اکٹھا ہو کر امت کے مجموعی مزاج کو پیش نظر رکھ کر سرانجام دینا چاہیئے، اگر ایسا نہ ہوا تو یہ منصوبہ امت

میں خلفشار اور زندقہ والحاد کا سبب بنے گا۔

ذیل میں چند مشاہیر علماء کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی:

شیخ قرضاوی جو اتحاد عالمی علماء اسلام کے صدر ہیں، ترکی میں جاری حدیث پروجیکٹ کے بارے میں کہتے ہیں:

میں اس میں کوئی ضرر نہیں دیکھتا بشرطیکہ اس کا طریقہ کار صحیح اور مقصد سلیم ہو اور وہ مقصد ہے صحیح اسلام تک پہنچنا ہم یہ نہیں چاہتے کہ عقلوں پر پابندی لگا دیں کہ وہ نصوص دینیہ میں عمدہ فہم کے ساتھ غور نہ کر سکیں لیکن یہ سب کچھ وحی، سلف کے اقوال اور امت کے علمی ورثہ کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ مزید براں شیخ قرضاوی نے امت کے بہترین علماء کو اس معاملے میں اکھٹے ہو کر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے یہ تنبیہ بھی فرمائی:

"وان لا یتولی مهمة اعادة الشرح علماء لیس لهم علاقة بعلم الشرع، وان لایشرحوا الحدیث علی ضوءِ علم الاجتماع او اللسانیات"(۲۹)

حدیث کی از سر نو تشریح کا یہ اہم ترین کام ایسے علماء کے سپرد نہیں کرنا چاہئے جو علم شریعت سے گہرا تعلق اور مناسبت نہیں رکھتے اور یہ کہ حدیث کی یہ تشریح علم سماجیات یا لسانیات کی روشنی میں نہ ہونی چاہئے۔

۲۔ فادی حکورہ:

لندن کے مشہور تحقیقی ادارے "ٹشا ٹام ہاؤس" کے بانی اور برطانوی امور کے ماہر فادی حکورہ نے ترکی میں جاری اس پروجیکٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

ترکی اس وقت جس کام کے لیے کھڑا ہوا ہے وہ دراصل واجب الاتباع دین سے ایک ایسے دین کی طرف منتقلی کی کوشش ہے جو لوگوں کی ضروریات کو سیکولر جمہوریت کے ذریعے پورا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، حکورہ اس ترکش منصوبہ کا عیسائی کنیسا کی اصلاحی تحریک سے موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

"لیس نفس الشیء بالطبع ، لکن ان دققت ما تفعله ترکیا ، فهو ایضاً عبارة عن تغییر فی جذور الدین"(۳۰)

یعنی اصلاح کنسیا اور ترکی پروجیکٹ میں یقیناً نفس تحریک کے لحاظ سے اختلاف سہی، لیکن اگر ترکی میں

ہونے والے اس کام کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بھی درحقیقت دین کی اصل روح میں تبدیلی سے عبارت ہے۔
حکورہ مزید کہتے ہیں کہ ترکی ہمیشہ اپنی سیاسی حیات کو اسلامی تعلیمات کے تحت چلانے کا خواہشمند رہا، لیکن اب وہ کسی جدید اسلام کے ساتھ یہ مقصد پورا کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔

۳۔ شیخ عبداللہ بن المنیع:

سعودی عرب میں مجلس کبار علماء کے ممبر ہیں، ترکی میں از سرِ نو مراجعت حدیث پروجیکٹ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ مقاصد شریعت کے موافق حدیث کی تعبیر و توضیح کی جائے، اس حیثیت سے کہ نص سے بے راہ روی اور شریعت یا اجماع کی مخالفت نہ ہو لیکن اگر حدیث کی وضاحت ان اصولوں کی رعایت سے خالی ہو تو میں اس پروجیکٹ کے جواز سے متفق نہیں ہوں۔(۳۱)

۴۔ ڈاکٹر محمد البناء:

ڈاکٹر محمد البناء انٹرنیٹ کی سائٹ **اسلام آن لائن** پر شرعی تحریرات کے مدیر ہیں ترکی پروجیکٹ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر شریعت الہیہ کو نئے اسلوب میں پیش کرنے کا مطلب لوگوں پر شریعت اور اس کے مقاصد کا بیان نیز زندگی میں اس کے کردار کی فعالیت اور نفاذ ہو تو یہ ایک قابل تحسین عمل ہے لیکن اگر اس میں تفرقہ اور شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی قواعد سے انحراف شامل ہو تو ایسی کسی سرگرمی کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے مطابق اگر اسلامی ورثہ کی توضیح و بیان کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش مقصود ہے تو پھر دنیائے اسلام کے ماہرین علوم اسلامی جو بیک وقت موجودہ حالات اور ان کے تقاضوں کے ادراک کے ساتھ ساتھ شرعی امور کے بھی متخصص اور ماہر ہوں، اس کام میں شریک ہونا، چاہیے۔(۳۲)

۵۔ ڈاکٹر محمد سید طنطاوی شیخ الازھر:

شیخ الازھر نے ترکی کی مجلس دینی کے اس منصوبہ کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ یہ کام عالمی سطح پر حدیث کے جید علماء کی جماعتوں سے اشتراک کے ساتھ مکمل ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ کسی ایک جہت یا کسی ایک ملک کو اس کام کے لیے کھڑا نہیں ہونا چاہئے کہ اس سے اسلام اور اہل اسلام کی مجموعی ساکھ متاثر ہو سکتی ہے۔ شیخ نے بطور تاکید یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علماء سابقین نے احادیث کی تنقیح اور اسناد کو انتہائی درست صورت میں پیش کرنے کے لیے بہت زیادہ

کوششیں صرف کیں ہیں جن کے نتیجہ میں صحاح اور دیگر مستند کتب حدیث منظر عام پر آئیں۔(۳۳)

۶۔ ڈاکٹر احمد عمر ہاشم:

آپ مصری پارلیمان میں مجلسِ دینی کے رئیس اور جامعہ ازہر میں حدیث وعلوم الحدیث کے استاذ ہیں۔ مراجعتِ حدیث پروجیکٹ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر چہ احادیث اور اسناد کی جانچ پڑتال اور اس کی تفسیر وتشریح موجودہ زمانے کے سیاق کے لحاظ سے شرعا جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس عمل میں محققین علماء حدیث اور اسلامی امور کے ماہرین پر مشتمل مجالس اور تنظیمیں شریک کار ہوں۔شیخ ہاشم نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اکسیویں صدی میں حدیث کی تشریح کرتے وقت حدیث کے عام معنی اور مقصد سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے۔وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" لانه لا يمكن قبول القول بتغيير معنى الحديث و تفسيره بحجة انه لا يتناسب مع الوقت الراهن والتطورات التى حدثت فى المجتمعات الانسانية."(۳۴)

اس لیے کہ حدیث کے تبدیل شدہ معنی اور تفسیر کا کوئی قول اس دلیل کے ساتھ قابل قبول نہیں ہوسکتا کہ یہ معاشروں میں آج کے دور اور عصری ارتقاءات کے مناسب حال نہیں ہے۔

۷۔ ڈاکٹر سُعاد صالح:

جامعہ ازہر میں تقابل فقہ کی معلّمہ ہیں۔ترکی میں حدیث کی تفسیرِ نو کے منصوبے کو رد کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اس سے حدیث اپنے اصل معنی سے ایک ایسے مغائر معنی کی طرف چلی جائے گی جس کا حقیقتِ حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور حدیث کی عظمت وحجیت متاثر ہوگی، زمانی تبدیلیوں سے حدیث میں تبدیلی اس کی قدسیت کا انکار ہے۔لہذا ایسا کوئی بھی کام جو سنتِ رسول ﷺ میں تجاوز وتشویہ کا باعث بنے اس کو چھوڑ دینا چاہیے، اگر اس طرح کا کوئی بھی منصوبہ بڑے پیمانے پر تیار کیا جائے تو اس میں علماء اسلام میں سے حدیث کے ماہرین اور محققین کی شرکت لازمی ہونی چاہیے۔(۳۵)

حواشی

1 news.bbc.co.uk/2/hi/europe/7264903.stm.

2 blogs.reuters.com/faithworld

3 http://blogs.reuters.com/faithworld/2008

4۔ ایڈون اے برٹ، فلسفۂ مذہب ص۳۹۲، مترجم بشیر احمد ڈار، مجلس ترقی ادب لاہور، جون ۱۹۶۳ء

5۔ ڈاکٹر اکمل ایوبی، "مستشرقین اور تاریخ ترکی" در "اسلام اور مستشرقین" مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ج ۲ ص ۱۹۲

6۔ دیکھیے محمد ارشد قریشی "عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ"، مطبوعہ ربوہ (چناب نگر) سن ندارد رد، ص ی

7۔ اسلام اور مستشرقین ج ۲ ص ۳۔۱۹۲

8۔ مزید تفصیلات کے لیے ڈاکٹر اکمل ایوبی کا مکمل مقالہ ملاحظہ کیجئے جو "اسلام اور مستشرقین" مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن کی جلد دوم، ص ۱۹۱ تا ۱۹۷ پر "مستشرقین اور تاریخ ترکی" کے نام سے معارف پریس شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ھند میں چھپا ہے۔

9۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اسلام اور عصر جدید" ج ۱۴۔ شمارہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۲ء، اس رسالہ میں پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی صاحب نے برنارڈ لوئس کے اس مقالہ کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ جس کا عنوان "اسلام" ہے اس مقالہ کا انگریزی سے اردو ترجمہ جناب نذیر الدین مینائی صاحب نے کیا ہے مزید وضاحت اور تفصیلات کے لیے ڈاکٹر اکمل ایوبی کے محولہ بالا مقالہ کا مطالعہ کریں۔ یہ ہامش بھی اسی سے ماخوذ ہے۔۱۲

10 See S Mardin, The Genesis of young otteman thought (princeton University press, 1962)

11 See S. Mardin, Superwesternization in Urban life in the Ottoman Empire in the last quater of the 19th century in P. Benedict and E. Tunesterkineds),Turkey: Geograplecal and social perspectives (Leiden:E.j.Brill, 1974).

12۔ مجلہ الاحکام العدلیۃ کا تعارف اسکی تدوین اور شروحات کے بارے میں ڈاکٹر ایس ایم زمان کے اس مقدمہ کا مطالعہ کریں جو اس کے اردو ترجمہ کی اشاعت میں کتاب کے شروع میں موجود ہے۔ یہ شرح مجلّہ ادارہ

تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے شائع ہوا۔

۱۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" ص ۴۷ تا ص ۸۲ ملخصاً مجلس نشریات اسلام کراچی۔ سن ندارد

۱۴۔ ولیم ایل لینگر "انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم" ص ۲۷۴، مترجم غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، اشاعت سوم، ۱۹۶۸ء۔

15 Deniz Kandiyoti" Women, Islam and the state" p22 Dawah Academy International Islamic University Islamabad, 1991.

16۔ ولیم ایل لینگر "انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم" ص ۲۷۲،

17 Deniz Kandiyoti" Women, Islam and the state" p22

18۔ مولانا شمس تبریز خان "مسلم پرسنل لاء اور اسکا عائلی نظام" ص ۹۳، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی، ط ۲، ۱۹۸۳ء

19۔ مغربی اقوام کے زیر انتظام اس نوع کی متعدد کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں، کسی قدر تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو.. مولانا یاسر ندیم" گلوبلائزیشن اور اسلام" ص ۳۷۷، دار الاشاعت، کراچی ۲۰۰۴ء

20 فولكرس شتار خطوة تركية مهمة فى طريق الاصلاح الدينى: اسلام علمانى لعصر حديث ، ترجمة عبد اللطيف شعيب قنطرة ، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے (www.qantara, de/welcom/show-article.php/-c-579)

21۔ ایضاً

22۔ ایضاً

23۔ ایضاً

24۔ ایضاً

25۔ ایضاً

26۔ ایضاً

27۔ دیکھیے، امام غزالی "المستصفی" ۱/۱۲۶، مطبۃ امیریہ مصر، ۱۳۲۲ھ

28۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ "حدیث کا بنیادی کردار اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل وحفاظت میں" ص ۴۱۔ مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۸۱ء

29- هيئة علمية دينية تركية تعيد قرائة الاحاديث النبوية, Jamila/April/2008,P62, (www.jamila-qatar.com/April 2008/pdf/1/3.pdf)

30- Ibid,P63

31- Ibid

32- Op,Cit,P64

33- Ibib

34- Ibid

35- Ibid